© rasailojaraid.com

تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب

جناب مولانا پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب

اسلام نے شرعی مسائل کی تحقیق کے لیے درج ذیل چار بنیادی دلائل تجویز کیے ہیں۔ جنہیں مصادرِ شریعت اور ماخذِ قانون کہا جاتا ہے۔

(۱) قرآن (۲) سنت (۳) اجماع (۴) قیاس۔

اثباتِ احکام، استنباطِ مسائل اور ماخذِ نتائج میں ان مصادر کی شرعی حجیت مذکورہ بالا ترتیب سے تسلیم کی گئی ہے تاکہ مسائل و احکام کے اثبات و استخراج میں ایک نظم اور ضابطہ قائم رہ سکے۔

تحقیقِ مسائل اور قرآنی تعلیم

اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے قرآن مجید کا بیان کردہ طریق عرض کرتے ہیں۔

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ	اے ایمان والو: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہوں انکی بھی (اطاعت کرو) پھر اگر تم میں کسی مسئلے پر نزاع پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کے فرمان کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے

ـــــ النساء، ۴: ۵۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تَاوِیْلًا لہ　　　　　　　　ہو۔ یہی بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے

آیت متذکرہ میں اللہ رسولؐ اور اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی اس بات کی ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ اگر کسی معاملے میں اختلاف رائے واقع ہو جائے تو حتمی فیصلہ کے لیے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہ اختلاف دو ہی صورتوں میں واقع ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ اس معاملے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی واضح ہدایت میسر نہ آئے یا ہدایت تو موجود ہو لیکن اس میں تاویل کے مختلف پہلو ہو سکتے ہوں۔ ان دونوں صورتوں میں قرآنی حکم یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے یعنی اگر اختلاف تاویل کی نوعیت کا ہے تو وہ تاویل اختیار کی جائے جس کی تائید کتاب وسنت کے دیگر نظائر سے ہو رہی ہو اور اگر معاملے کا تعلق اجتہاد سے ہو تو اجتہاد میں یہ بات دیکھی جائے گی کہ زیر بحث معاملے میں کتاب وسنت سے قریب تر بات کیا ہو سکتی ہے اور جو بات اس معیار پر پوری اترے وہ اختیار کر لی جائے۔

اس آیت میں دو مزید امور نہایت خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ ہیں۔

ایک یہ کہ اس میں اطاعت کا حکم تو تین کے لیے دیا گیا ہے، اللہ، رسول اور اولوالامر لیکن اختلاف واقع ہونے کی صورت میں رجوع کا حکم صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف ہے۔ اولوالامر کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون مصدر اصلاً صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ اولوالامر نہ قانون کا مصدر ہیں اور نہ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کوئی قدم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز ہو کر اٹھائیں۔ بلکہ اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا جو حکم مذکورہ بالا آیت میں دیا گیا ہے بھی دراصل اولوالامر ہی کو دیا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ "اَطِیْعُوا" کا لفظ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کیلئے الگ الگ آیا ہے لیکن اولوالامر کے لیے اس لفظ کو نہیں دھرایا گیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو مستقل اور غیر مشروط ہے لیکن اولوالامر کی اطاعت مستقل اور غیر مشروط نہیں۔ بلکہ وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کے احکام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تابع ہوں اور ان میں کوئی تضاد و تخالف نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آیتِ متذکرہ کی رو سے اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اساسی، مستقل اور غیر مشروط حیثیت حاصل ہے جبکہ صاحبانِ امر کی اطاعت غیر مستقل، غیر مشروط اور پہلی دونوں اطاعتوں کے تابع قرار دی گئی ہے امراء و حکام ائمہ مجتہدین اور علماء و فقہاء سب صاحبانِ امر کے زمرے میں شامل ہیں ان کی ——— فقہی آراء، علمی اقوال، فتاویٰ، تحقیقات اور اجتہادات کی حجیت ہمیشہ کتاب و سنت کے تابع اور مشروط ہوتی ہے۔ اطاعتِ الٰہی کا حکم، قرآن اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم، سنت کی حجیتِ مطلقہ پر دلالت کرتا ہے جبکہ صاحبانِ امر یعنی ائمہ مجتہدین کی تحقیقات، فرمودات اور اجتہادات سے جو شرعی علم کا ذخیرہ تیار ہوتا ہے اس کی حیثیت تیسرے اور چوتھے ماخذ کی ہے۔ اگر کسی مسئلے پر ان چاروں دلائل شرعیہ میں سے کوئی دو باہم متخالف ہوں تو عدمِ تطبیق کی صورت میں ہمیشہ مقدم کو مؤخر پر فوقیت حاصل ہوتی ہے اور نسبتاً قوی دلیل دوسری کو منسوخ کر دیتی ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت سے اختلاف کا کسی کو بھی حق حاصل نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا	کسی مومن مرد و عورت کو یہ حق نہیں
مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ	پہنچتا کہ جب کسی معاملے کا فیصلہ اللہ
رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ	اور اس کا رسول کر دے تو پھر بھی انہیں
لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ	اس معاملے میں اختیار حاصل ہو۔ اور
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ	جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی
ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا [1]	کرے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

---

[1] الاحزاب، ۳۳: ۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریعت نے بیشک فقہا و مجتہدین کے اجتہادات سے استفادہ کرنے اور ان کی آراء و اقوال کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے مگر صرف اسی صورت میں جب کسی مسئلہ پر کتاب و سنت خاموش یا غیر واضح ہوں۔ مزید برآں ان کی حجیت چونکہ مشروط ہوتی ہے اس لیے دیگر اہل علم کا ان سے کسی مسئلے پر تحقیقاً اختلاف کرنا شرعاً ناجائز نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں قول فیصل کتاب و سنت کو تصور کیا جاتا ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ کا یہی منشا ہے۔

تحقیقِ مسائل اور نبوی تعلیم

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قرآنِ مجید کے بیان کردہ اسلوب کی تائید ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث مبارکہ اس امر پر شاہد ہیں۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت تعلیماً ارشاد فرمایا:

کیف تقضی اذا عرض لك قضاء۔	اگر تمہارے سامنے کوئی حل طلب مسئلہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟
قال اقضی بکتاب	حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے
قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنة رسول اللہ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں کتاب اللہ میں نہ ملے؟ عرض کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے۔
قال ان لم تجد فی سنة رسول اللہ قال اجتهد رای ولا آلو (ائی) لا اقصر فی اجتهادی۔	حضور نے فرمایا اگر تمہیں سنتِ رسول میں بھی نہ ملے تو عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔
فضرب رسول اللہ علی صدرہ وقال	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر دستِ اقدس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضی رسول الله۔	پھر اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے۔

اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل نتائج اخذ ہوئے۔

(i) ہر علمی اور دینی مسئلے کا حل سب سے پہلے قرآنِ مجید سے تلاش کیا جائے۔

(ii) اگر پوری سعی و استعداد بروئے کار لانے کے باوجود قرآن مجید سے کوئی حکم میسر نہ آسکے تو پھر اس کا فیصلہ سنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے تلاش کیا جائے۔

(iii) اگر کسی مسئلے کا حل پوری تلاش و جستجو کے باوجود سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی میسر نہ آئے تو پھر (کتاب و سنت کی روشنی میں) اجتہاد کیا جائے۔

(iv) اجتہاد کے لیے تمام دینی اور علمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بھرپور سعی کی جائے۔ تاکہ کوئی کمی نہ رہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر عبداللہ بن مسعودؓ سے ارشاد فرمایا:

اقض بالکتاب والسنة اذا وجدتھما فاذا لم تجد الحکم فیھما اجتھد رائیك ۲	جب تم قرآن و سنت میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فتوی دو اور جب کوئی حکم قرآن و سنت میں نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل ارشاد بھی مذکورہ اسلوب سے تمسک کی واضح تعلیم دیتا ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور اکرمؐ سے مروی

---

۱ مشکوۃ المصابیح: ص ۳۲۴۔

۲ صبحی محمصانی، فلسفہ التشریع فی الاسلام ص ۱۸۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انه قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب الله و سنة رسوله صلی الله علیه وسلم [1]

ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ حضور نبی اکرمؐ سے دریافت کیا۔

الامر ینزل بنا لم ینزل فیه قرآن، ولم تمض فیه منك سنة؟ قال: اجمعوا العالمین من المؤمنین فاجعلوا شوریٰ بینکم ولا تقضوا فیه برائی واحد [2]

اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو۔ جس پر قرآن میں کوئی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی اس سے متعلق آپ کی کوئی سنّت معلوم ہو تو ہم کیا کریں؟) حضور نے فرمایا ایسی صورت میں مومنوں میں سے اہلِ علم کو جمع کرو اور ان کے مابین مشاورت قائم کرو۔ اور کسی ایک شخص کی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔

تحقیقِ مسائل میں خلفائے راشدین کا اسلوب

خلفائے راشدین نے بھی تمام شرعی مسائل کے حل کے لیے ہمیشہ اسی طریق کو معمول بنایا کُتب میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، اور دیگر صحابہؓ سے بصراحت اس شرعی اسلوب

---

[1] ابن القیم اعلام الموقعین ج ۲، ۲۳: ۱۷۳

[2] اعلام الموقعین ۱: ۶۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تفصیلات منقول ہیں۔

عبدالوہاب خلاف بیان کرتے ہیں۔

عن میمون بن مھران قال: کان ابوبکرؓ اذا ورد علیہ الخصوم نظر فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینھم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذالك الامر سنة قضی بھا۔ فان اعیاہ ان یجد فی سنة رسول اللہ جمع رؤس الناس وخیارھم فاستشارھم فان اجمع رأیھم علی امر قضی بہ وکذالك کان یفعل عمرؓ وعلی ھذا کبار الصحابة ورؤس المسلمین ولم یعرف بینھم مخالف فی ھذا الترتیب لہ

میمون بن مہرانؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس اگر کوئی جھگڑا پیش ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر اس میں پالیتے تو اس کے مطابق فریقین کے درمیان فیصلہ فرماتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور اس بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معلوم ہوجاتی تو سنت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر سنتِ رسولؐ میں اس کو پانے سے عاجز آجاتے تو لوگوں میں سے اکابر وافاضل افراد کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے۔ اگر ان کی رائے کسی معاملے میں متفق ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ حضرتِ عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے، تمام صحابہ کبار اور اکابر مسلمین اسی طریق پر قائم رہے اور ان میں مذکورہ بالا ترتیب پر کوئی اختلاف نہیں پایا گیا۔

لہ علم اصول الفقہ: ۱۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابن حزمؒ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے قاضی شریح کی طرف تحریراً یہ ہدایات بھیجیں۔

عن الشعبي قال کتب عمر الی شریح:	امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ کی طرف ہدایات
اذا اتاك امر فی کتاب الله فاقض به ولا یلفتنك عنه الرجال فان لم یکن فی کتاب الله فبما فی سنة رسول الله فان لم یکن فی کتاب الله وسنة رسول الله ولا فیما قضی به ائمة الهدی فانت بالخیار (وفی روایة) وما لم یتبین لك فی السنة فاجتهد رائیك [1]	لکھیں کہ جب کوئی حکم کتاب اللہ میں مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کریں اور لوگ آپ کو اس سے نہ ہٹانے پائیں اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کریں اگر کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں میں نہ ملے اور نہ ہی ائمہ حق کے فیصلوں میں مل سکے تو پھر آپ کو اختیار ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر آپ پر سنت سے کوئی چیز واضح نہ ہو تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کریں۔

اسی قسم کے مضمون پر مشتمل کئی ارشادات حضرت ابن عباسؓ اور بعض دیگر صحابہؓ و تابعین سے بھی منقول ہیں جن سے بآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کا معمول فتاویٰ اور مسائل شرعیہ میں یہی تھا کہ وہ کتاب و سنّت کو بالترتیب اجماع و اجتہاد سے ہمیشہ مقدم رکھتے تھے۔

ائمہ اربعہ کا اسلوبِ تحقیق و اجتہاد

تمام مذاہب فقہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسائل کو مذکورہ بالا دلائل شرعیہ سے اسی

---

[1] ابن القیم: اعلام الموقعین، ج ۱، ۶۳: ۸۴، ۸۵، ج ۲، ۱۲۱، ۲۲ ابنِ حزم: الاحکام فی اصول الاحکام ج ۶، : ۲۹۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترتیب کے ساتھ حل کیا جانا چاہیئے جو ترتیب مصادر اصولِ فقہ میں قائم کی گئی ہے۔

مذہب امام اعظمؒ امام اعظمؒ کا درج ذیل ارشاد اس اصول کی جملہ تفصیلات کو نمایاں کر دیتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میرا طریق اجتہاد اور فقہی مذہب یہ ہے کہ میں سب سے پہلے مسئلے کو کتاب اللہ پر پیش کرتا ہوں اگر اس میں حکم نہ پاؤں تو پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا:

اذا لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فی اقاویل اصحابہ ولا اخرج عن قولھم الی قول غیرھم فاذا انتھی الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن جبیر فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدوا[1]

پھر اگر کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے اور نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو میں اقوالِ صحابہ پر غور کرتا ہوں اور صحابہ کے اقوال کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتناء نہیں سمجھتا جب فیصلہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، حسنؒ، عطاء اور سعید بن جبیر کا صادر کردہ ہو تو ان حضرات نے اپنے زمانے میں اجتہاد کیا پس ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ارشاداتِ صحابہ وتابعین میں مراتبِ حجیت کا فرق امام اعظمؒ نے شرعی مسائل کے استنباط و استخراج کے لیے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ صحابہ وتابعین میں مراتب

---

[1] ابن عبدالبر: الانتقاء، ص ۱۴۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حجیت میں فرق قائم فرمایا ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں

ماجاء ناعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلناہ علی الرأس العینین وما جاءنا عن اصحابہ رحمھم اللہ اخترنا منہ ولم نخرج عن اقوالھم وما جاءنا عن التابعین فھم رجال ونحن رجال [1]

جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچے۔ ہم اس کو بلا کم وکاست بسر وچشم قبول کرتے ہیں اور جو کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے ہمارے پاس آئے۔ ہم ان میں سے کسی کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ان کے اقوال میں سے باہر نہیں جاتے اور جو تابعین سے ہمارے پاس آئے سو وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں۔

(ا) مذہب امام اعظمؒ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت شدہ حکم سے شریعت میں گریز کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہی آپ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوتا ہے

اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔

(جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے)

(اا) صحابہ کرام کے مختلف اقوال، فتاوی اور اجتہادات میں سے کسی موقف کو بھی بوجوہ اپنایا جا سکتا ہے۔ تمام صحابہؓ کے اقوال کو مجموعی طور پر ترک کر دینا درست نہیں۔

(ااا) تابعین یا ان کے بعد کے اقوال اور اجتہادات سے اہلِ علم کسی دلیل شرعی کی بنا پر اختلاف کر سکتے ہیں۔

قرآنِ مجید کے بعد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت مطلقہ کا یہی تصور امام

---

[1] (الدکتور ابو یوسف موسیٰ، محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی ص ۶۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مالکؒ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل دیگر ائمہ مجتہدین اور ان کے اصحاب کے ہاں بھی متفقہ طور پر پایا جاتا ہے۔

مذہب امام مالکؒ

امام مالکؒ نے بھی اثباتِ احکام کے لیے دلائل شرعیہ کی اسی ترتیب سے تمسک کیا۔ آپ نے کتاب وسنّت کو جملہ دلائل ومصادر پر ترجیح دی۔ صرف ان کی عدمِ موجودگی میں تعامل اہلِ مدینہ اور اس کے بعد فتاویٰ واقوالِ صحابہ کی طرف التفات فرمایا اور اپنے قول کو کبھی بھی نص کے مقابلے میں اہمیت نہ دی۔

حضرت معن بن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مالکؒ کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔

انما انا بشر اخطی و اصیب فانظروا فی قولی فکل ما وافق الکتاب والسنۃ فخذوا بہ وما لم یوافق الکتاب والسنۃ فاترکوا [1]	میں ایک انسان ہوں۔ میری رائے درست بھی ہوسکتی ہے اور اس میں خطا کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا میرے قول پر غور کرلیا کرو اگر وہ کتاب وسنت کے مطابق پاؤ تو اس پر عمل کرو ورنہ اس کو ترک کردو۔

امام مالکؒ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

ما من احد الا ھو ماخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے کلام میں کچھ چیزیں قابلِ قبول اور کچھ قابلِ ترک نہ ہوں۔

---

[1] اعلام الموقعین ۱: ۷۵

[2] ولی اللہ الدہلوی۔ الانصاف ص ۱۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن حزم لکھتے ہیں کہ امام مالک نے ایک طلاق کے مسئلے میں تین طلاقیں واقع ہونے کا فتویٰ دیا۔

فنظر الی اشهب فقال	پھر آپؒ نے اشہب کی طرف دیکھا
كتبها فقال امحها انا	تو انہوں نے فتویٰ لکھ لیا تھا آپ نے
كلما قلت قولاً جعلتموه	فرمایا اسے مٹا دو۔ میں کئی بار ایک بات
قرآناً اما يدريك	کہتا ہوں مگر تم لوگ اسے قرآن بنا لیتے
لعلي سارجع عنها غداً	ہو تمہیں کیا معلوم کہ میں کل اس
فاقول هي واحدة ؎	فتویٰ سے رجوع کر لوں اور اسے ایک
	طلاق قرار دے دوں۔

اس واقعے سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک اپنی تحقیق واجتہاد اور نصوصِ قرآنی کی حجیّت وقطعیت میں کس قدر فرق تھا۔

مذہب امام شافعیؒ

امام شافعیؒ نے بھی نہایت سختی سے ان ضوابط کی پابندی فرمائی۔
ابن القیم لکھتے ہیں:۔

(۱) تواتر منه انه قال:	امام شافعیؒ سے تواتر کے ساتھ ثابت
اذا صح الحديث	ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ اگر صحیح حدیث
فاضربوا بقولي	مل جائے تو میرے قول کو دیوار پر دے
الحائط۔	مارو
(۲) وصح عنه انهٗ قال:	اُن سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔
اذا رويت عن رسول الله	کہ انہوں نے فرمایا اگر میں رسول اللہ

؎ ابن حزم: الاحکام فی اصول الاحکام: ۸۸۰، اعلام الموقعین: ۱/ ۵۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت
حدیثاً ولم اخذ بہ	کروں اور اس پر اپنے قول کی بنیاد
فاعلموا ان عقلی	نہ رکھوں تو جان لو کہ میری عقل سلامت
قد ذھب۔	نہیں رہی۔
(iii) وصح عنہ انہ قال لا	ان کا یہ قول بھی صحت کے ساتھ ثابت
قول لاحد مع سنۃ	ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ
رسول اللہ صلی اللہ	علیہ وسلم کی سنت کے ہوتے ہوئے
علیہ وسلم[1]	کسی اور کا قول قابل اعتناء نہیں ہو
	سکتا۔

الاصم اور شیخ ابو محمد الجارودی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ربیعؒ کو کہتے ہوئے سُنا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا:

اذا وجدتم فی کتابی	اگر تمہیں میری کتاب میں سنت رسول
خلاف سنۃ رسول	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ ملے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	تو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقولوا بسنۃ رسول اللہ	کے مطابق فتویٰ دو اور میرے قول کو
ودعوا ما قلت[2]	ترک کر دو۔

(۷) احمد بن علی بن عیسٰی الرازی ربیعؒ سے بیان کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا:

کل مسئالۃ تکلمت فیھا	ہر وہ مسئلہ جس میں میں نے کلام کیا
صح الخُبر فیھا عن النبی	ہو۔ اور اس اہل نقل کے نزدیک نبی
صلی اللہ علیہ وسلم عند	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث

---

[1] اعلام الموقعین ۲/ ۲۶۳ -

[2] اعلام الموقعین ۲-۲۲۶ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اهل النقل بخلاف ما قلت فانا راجع عنها فی حیاتی و بعد موتی [1]	صحت کے ساتھ میرے قول کے خلاف ثابت ہو جائے تو میں اپنی زندگی میں بھی اپنے قول سے رجوع کرنے والا ہوں اور اپنی موت کے بعد بھی۔

(۷۱) امام شافعیؒ سے یہ بھی منقول ہے:

مہما قلت من قول او اصلت من اصل فیلغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف ما قلت فالقول ما قالہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]	میں جو بات بھی کہوں اور اصول بھی وضع کروں، جب اس کے خلاف کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائے تو پھر حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد پر ہے (میرے قول پر نہیں)۔

(۱۷۱) امام شافعیؒ فقہی اصول و ضوابط کے بیان فرماتے ہیں۔

العلم طبقات: الاولی الکتاب والسنۃ الثابتۃ ثم الاجماع فیما لیس فیہ کتاب ولا سنۃ والثالثۃ ان یقول الصحابی فلا یعلم لہ مخالفۃ من الصحابۃ الرابعۃ اختلاف الصحابۃ والخامسۃ القیاس [3]	علم کے مختلف مدارج ہیں۔ سب سے پہلے کتاب اللہ اور سنت ثابتہ ہے پھر اس مسئلے میں اجماع، جس میں کتاب و سنت کی کوئی نص موجود نہ ہو تو تیسرا درجہ ایسے اقوال صحابہ کا ہے جس پر کوئی اختلاف نہ ہو۔ چوتھا درجہ اختلافات صحابہ کا ہے۔ اور پانچواں درجہ قیاس ہے۔

مذہب امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی کتاب و سنت کی حجیت مطلق ہے اور نص کے ہوتے ہوئے کسی کے قول کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

لیس لاحد مع اللہ ورسولہ — اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی موجودگی میں کسی

---

[1] اعلام الموقعین: ۲: ۳۶۶

[2] الانصاف: ۲۷۔

[3] اعلام الموقعین: ۲: ۲۲۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کلام ۔ کی بات کی ضرورت نہیں ہے۔

ابو حاتم الرازیؒ مصادر شریعت اور ماخذ علم کی اسی ترتیب کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں

العلم عندنا ما کان عن اللہ تعالیٰ	ہمارے نزدیک علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی غیر منسوخ
من کتاب ناطق ناسخ غیر منسوخ	کتاب ناطق سے ثابت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ
وما صحت بہ الاخبار عن رسول	علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت شدہ ایسی احادیث
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	سے حاصل ہو جن میں تعارض نہ ہو اور اس کے بعد
مما لا معارض لہٗ وما جاء	جو اہل علم صحابہ سے متفقہ طور پر ثابت ہو اور
عن الالباء من الصحابۃ	اگر ان کا اختلاف ہو تو ان کے مجموعی اختلافات
ما اتفقوا علیہ فاذا اختلفوا لم	سے باہر نہ نکلا جائے اگر کوئی مسئلہ اس ذریعے
یخرج من اختلافہم فاذا اخفی ذالک ولم	سے بھی واضح نہ ہو تو پھر تابعین کے ذریعے سے جانا
یفہم فمن التابعین، فاذا لم یوجد عن	جائے، اور اگر ان سے بھی ثابت نہ ہو تو ان کے
التابعین فعن ائمۃ الہدیٰ من اتباعہم[1]	اتباع آئمہ کرام سے حاصل کیا جائے۔

اہل علم اور ائمہ کرام کا مذکورہ بالا طریق بیان کرنے کے بعد ابن القیم لکھتے ہیں۔

جعل اقوال الصحابۃ بمنزلۃ	اقوال صحابہ (اور دیگر ائمہ کے اقوال) کو تیمم کے مقام
التیمم انما یصار الیہ عند	پر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی طرف بھی صرف اس
عدم الماء[2]	وقت توجہ کی جاتی ہے جب پانی میسر نہ آئے۔

لہٰذا اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ کے اجماع و اجتہاد کی تمام صورتیں مصادر قانون کے طور پر صرف اس وقت حجیت حاصل کرتی ہیں جب کسی مسئلے پر کتاب و سنت کی کوئی نص موجود نہ ہو۔ اگر مسئلہ کتاب اللہ سے ثابت اور واضح ہو جائے تو اسے سنت پر ترجیح حاصل ہوگی۔ اور اگر سنت صحیحہ سے ثابت ہو تو آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] اعلام الموقعین، ۲: ۲۲۹
[2] اعلام الموقعین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت استدلال دلائل میں ترتیب ضروری ہے

دلائلِ شرعیہ سے استدلال میں یہ پہلو بھی اشد ضروری بلکہ ناگزیر ہے کہ ترتیب دلائل کا لحاظ بہرصورت قائم رہنا چاہیئے جیسا کہ شیخ عبدالوہاب خلاف نے بیان کیا۔

وهذه الأدلة الاربعة اتفق جمهور المسلمين على الاستدلال بها ايضا على انها مرتبة فى الاستدلال بها هذا الترتيب القرآن فالسنة فالاجماع فالقياس بمعنى انه اذا عرضت واقعة نظرا ولا فى القرآن فان وجد فيها حكمها امضى وان لم يوجد فيها حكمها نظر فى السنة فان وجد فيها حكمها امضى وان لم يوجد فيه حكمها نظر فى عصر من العصور على حكم فيها فان وجد امضى وان لم يوجد اجتهد فى الوصول الى حكمها بقياسها

یہ ادلہ اربعہ جن سے استدلال پر جمہور مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ وہ اسی طرح اس بات پر بھی متفق ہیں یہ ادلہ اربعہ سے استدلال کیلئے یہ ترتیب ملحوظ رکھی جائے گی۔ پہلے قرآن پھر قیاس۔ اسس طرح کہ اگر کوئی واقعہ پیش ہو تو پہلے قرآن میں دیکھے اگر قرآن میں اس کا حکم مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اگر قرآن میں اس کا حکم نہ ملے تو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تلاش کرے اگر سنت میں اس کا حکم موجود ہو تو اس کے مطابق کر گزرے اور اگر سنت میں اس کو حکم نہ ملے تو دیکھے کہ آیا کسی زمانے کے مجتہدین کا اس بارے میں کوئی فیصلہ ہے؟ اگر موجود ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر اجماع میں بھی نہ ملے، تو اس کے حکم کو معلوم کرنے کے لیے کسی وارد شدہ نص کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے اجتہاد کرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ما ورد النص بحکمہ انما البرھان علی الاستدلال بہا فھو قولہ تعالیٰ فی سورۃ النساء: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ[1]

اس استدلال پر دلیل سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔
اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے اولی الامر ہیں پھر اگر کسی معاملے میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو۔

اس وجوب ترتیب کا مفاد یہ ہے کہ کتاب، سنت کے مقابلے میں سنت، اجماع کے مقابلے میں اور اجماع، قیاس کے مقابلے میں قوی تر ہوگا۔ بالفاظِ دیگر عدم تطبیق کی صورت میں قرآن، سنت کا ناسخ ہو سکتا ہے۔ سنت قرآن کی نہیں البتہ احناف کے مطابق سنت متواترہ اور مشہورہ سے قرآن کی تخصیص وتقیید ہو سکتی ہے۔ اسی طرح چونکہ سنت کا حکم اجماع سے فائق اور قوی تر ہوتا ہے لہٰذا کوئی بھی اجماع، سنت یا قرآن نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کا جواز بھی محض اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کتاب وسنت دونوں کی کوئی نص موجود نہ ہو۔ اگر کتاب وسنت کی نص کسی مسئلے پر مل جائے تو اس کے ہوتے ہوئے فی نفسہٖ اجماع کا جواز ہی باقی نہیں رہتا چہ جائیکہ اس کے ذریعے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کر دیا جائے یا اس کی تخصیص وتقیید کی جائے اور یہی حال اجماع کا قیاس کے مقابلے میں ہے۔ تمام صحابہ کے اجماعِ قطعی کے سوا امت کے ہر طبقے کے اجماع کی تنسیخ کسی دوسرے طبقے کے اجماع سے ہو سکتی ہے مگر محض قیاس یا منفرد اجتہاد سے اجماع کی تنسیخ ممکن نہیں۔

کیا صحابی اور تابعی کی تقلید واجب ہے

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ کتاب وسنت

---

[1] عبد الوہاب خلاف: علم اصول الفقہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حجیت مطلقہ پر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے

اور اگر کسی مسئلے پر تمام صحابۂ کرام کا اجماعِ قطعی صراحت کے ساتھ اس طور پر ثابت ہو جائے کہ اس پر کسی بھی صحابی کا اختلاف موجود نہ ہو تو پھر اس کی حجیت بھی قطعیت کے درجے کو پہنچ جاتی ہے کیونکہ اس سے منشاء کتاب وسنت یقینی طور پر متعین ہو جاتا ہے لیکن اس اجماع قطعی کے لیے اس امر کا ثبوت کہاں سے میسر آئے گا کہ متعلقہ قول دور ونزدیک ہر صحابی کو واقعتہً پہنچ گیا تھا۔ اور ہر ایک نے اس کی تصدیق کی یا اس سے اختلاف نہ کیا۔ صحابہ کے ایسے قطعی اجماع کے بعد ان کے فتاویٰ، اقوال آراء اور اجتہادات کا معاملہ آتا ہے۔ ان کے وجوب اور عدم وجوب پر ائمہ مجتہدین کا اختلاف رہا ہے بعض ائمہ مثلاً امام ابوالحسن کرخیؒ وغیرہ نے ان کے فتاوی کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں جائز مگر قیاسی مسائل میں ضروری قرار نہیں دی۔ امام کرخی فرماتے ہیں۔

لا یجوز تقلید الصحابی	صحابی کی تقلید غیر قیاسی مسائل میں ضروری
الا فیما لا یدرک بالقیاس ؎	نہیں ہے۔

جب کہ امام شافعیؒ نے کسی طور پر بھی ان کی تقلید کو واجب قرار نہیں دیا مسائل خواہ قیاسی ہوں یا سماعی اور اکثر اشاعرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ فتاویٰ صحابہ میں بہر صورت رائے اور اجتہاد کا دخل ہوتا ہے اور یہ چیز ان کے عدم عصمت کی وجہ سے احتمالِ خطاء سے پاک نہیں ہوتی اس لیے کسی طور پر بھی ان کے فتاویٰ اور اقوال وآراء کی تقلید واجب نہیں ہے اجتہادات اور فتاویٰ کی حیثیت شرعی اعتبار سے ظنی دلیل سی ہوتی ہے لہٰذا ان کی طرف رجوع اور ان سے استفادہ شرعاً جائز ہے لیکن بدیں طور واجب نہیں کہ ان کی رائے سے اختلاف کو ناجائز قرار دیا جا سکے اس کی تائید فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے درج ذیل قول سے ہوتی ہے۔

وکان عمرؓ یقول لا	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے
یقولن احد قضیت	کہ ہمارے فیصلے پر کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ
بما ارانی اللہ تعالیٰ	عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے فیصلہ

؎ (النامی شرح الحسامی ...)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فان الله تعالیٰ لم يجعل ذٰلك الا لنبيه واما الواحد منا فرائيه يكون ظناً ولا يكون علماً[1]

کیا ہے کیونکہ یہ بات فقط نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے ہم میں سے کسی ایک کی رائے اور فیصلہ ظنی ہوتی ہے نہ کہ قطعی اور یقینی ۔

اصول فقہ کی نہایت معتبر کتاب نامی شرح حسامی ص۱۹۱[2] کی عبارت ملاحظہ ہو۔

وقال الشافعی فی قوله الجديد واليه ذهب كثير من المعتزلة والاشاعرة لا يقلد احد منهم سواء كان مدركاً بالقياس (مقادير) اولا۔ لانه ظهر فيهم الفتوى بالرای حيث لا يمكن انكاره واحتمال الخطاء فی اجتهادهم ثابت لعدم العصمة كما هو ثابت فی اجتهاد المجتهدين ولا فرق بين ما لا يدرك بالرأی من المقادير فنحوها وبين غيرها لانه يحتمل انه افتی فيما لا يدرك بالقياس بخبر ظنه دليلاً ولم يكن هو دليلاً فی الواقع فلا يكون اجتهاده حجة علی غيره من المجتهدين[2]

اور امام شافعیؒ نے اپنے قولِ جدید میں فرمایا ہے اور اسی رائے کو اکثر معتزلہ اور اشاعرہ نے اپنایا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی تقلید کو ضروری نہ سمجھا جائے خواہ مسائل قیاسی ہوں یا (مقادیر سے متعلق) غیر قیاسی کیونکہ ان میں بھی رائے سے فتویٰ صادر ہوا ہے اور اس کا انکار ممکن نہیں اور ان کے اجتہاد میں خطا کا امکان انکی عدم عصمت کی وجہ سے ہے جیسا کہ مجتہدین کے اجتہاد میں ثابت ہے اور احتمال خطاء کے معاملے میں بھی اس امر کا احتمال موجود ہے کہ کسی صحابی نے ایسی کسی حدیث کو دلیل تصور کرتے ہوئے فتویٰ دے دیا ہو جو فی الواقع اس مسئلے پر دلیل نہ ہو پس اس کا اجتہاد مجتہدین میں سے کسی دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ا، ص ۳۰۳ المنار جلد ۵، ص ۳۹۰

[2] النامی شرح حسامی، ۱۹۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی حیثیت اقوال تابعین کی ہے جیسا کہ امام اعظم کے ظاہر مذہب سے ثابت ہے۔

انہ قال لا اقلدھم رجال	آپ نے فرمایا! میں ان کی تقلید نہیں کرتا۔
اجتہدوا ونحن رجال	وہ بھی انسان تھے جنہوں نے اجتہاد کیا اور ہم
نجتہد وھذا ھو الظاھر	بھی انسان ہیں ہم اجتہاد کرتے ہیں اور یہی
من مذھبہ سلہ	آپ کا مذہب مختار ہے۔

امام اعظم کا دوسرا قول جو کتاب النوادر میں ہے، "مذہب حنفی کی بنیاد نہیں (الناہی ص۱۹۲)
اس لیے ائمہ اصول نے کہا ہے۔

کما جاز للصحابی ان یخالف	جس طرح صحابی کے لیے صحابی سے
الصحابی یجوز لمن بعدھا	اختلاف جائز ہے بعد کے مجتہدین کے
من المجتہدین ان یخالفھا	لیے بھی جائز ہے کہ اس سے اختلاف
ولھذا قال الشافعی لا یجوز	کرے اسی لیے امام شافعیؒ نے فرمایا
الحکم او الافتاء الا من جھۃ	خبر لازم کے بغیر حکم ثابت کرنا یا فتویٰ
خبر لازم وذالک الکتاب	دینا جائز نہیں اور خبر لازم سے مراد
والسنۃ سلہ	صرف کتاب وسنت ہے۔

ایک اہم نکتہ اس ضمن میں ایک اور اہم پہلو قابلِ توجہ ہے کہ کبھی کوئی امر بوجوہ بعض اکابر پر مخفی رہ جائے تو یہ اس بات کو مستلزم نہیں ہوتا کہ وہ پہلو بعد کے آنیوالے افراد (اصاغر) پر بھی ہمیشہ اسی طرح مخفی رہے گا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک خبر صحیح سند کے ساتھ اکابر تک نہیں پہنچی لیکن بعد کے ادوار میں کسی تک محنت کے ساتھ پہنچ جاتی ہے اور وہ بدایں وجہ اس پر مطلع ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اکابر صحابہ کا یہ معمول تھا کہ وہ مرتبہ وفضیلت سے قطع نظر بعض معاملات میں جن سے متعلق وہ کسی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلع نہ ہوتے تھے تو وہ عوام اور اصاغر صحابہ سے بھی دریافت فرماتے اگر ان میں سے کسی کے ذریعے ان کو صحیح رائے پہنچ جاتی تو وہ اس پر عمل کرتے اور اسے قبول کرنے میں ان میں ذاتی عظمت وفضیلت کبھی مانع نہ ہوتی تھی حصول

سلہ عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ ص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم میں ان کا یہ وطیرہ دیانت اور شیوہ تواضع تھا۔ امام ابن حجر العسقلانی نے سیدنا عمر فاروق کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دیت جنین کا واقعہ پیش ہوا تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

اذکر اللہ امرأ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی الجنین[1]	اگر تم میں سے کسی شخص کو جنین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلے کا علم ہو تو وہ مجھے بتائے۔

اس پر حمل بن مالک بن نابغہ الہذلی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فیصلہ بیان کر دیا فیصلہ سن کر آپ نے فرمایا:

اللہ اکبر لولم نسمع ھذہ القضیۃ لقضینا بغیرہ۔	اللہ اکبر اگر ہم یہ فیصلہ نہ سن پاتے تو یقیناً کوئی اور فیصلہ کر بیٹھتے۔

آئمہ و محدثین نے حضرت عمرؓ کے اس قول سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

وفیہ ان الوقائع الخاصۃ قد تخفی علی الاکابر ویعلمھا من دونھم وذلک رد علی المقلد اذا استدل علیہ بخبر یخالفہ فیجیب لو کان صحیحا لعلمہ فلان مثلا فان ذلک اذا جاز خفاؤہ عن مثل عمر رضی اللہ عنہ فخفاؤہ عن بعدہ اجوز[2]	اس سے یہ ثابت ہوا کہ کبھی بعض خصوصی واقعات اکابر پر مخفی رہ جاتے ہیں لیکن اصاغر کو ان کا علم ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ میں ایسے مقلدین کا رد بھی موجود ہے جن کے سامنے کوئی ایسی بات پیش کی جائے جو ان کے موقف کے خلاف ہو تو وہ یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ اگر یہ بات درست ہوتی تو فلاں کو ضرور اس کا علم ہوتا حالانکہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت پر ایک اہم مسئلہ مخفی رہ سکتا ہے تو دوسروں سے اولیٰ مخفی ہو سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

[1] فتح الباری: ۲ ـ ۲۴۸ ـ [illegible]

© rasailojaraid.com

اولیٰ مخفی ہو سکتا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اکابر میں سے کسی مجتہد کی توجہ بوقت اجتہاد کسی خاص نص یا دلیل کی طرف نہیں جاتی اور وہ اپنی رائے کسی دوسری دلیل کی بنا پر قائم کر لیتا ہے مگر اصاغر میں سے کسی کا خیال اس طرف چلا جاتا ہے اور وہ مختلف نتیجے پر پہنچتا ہے۔

اندریں صورت یہ عین ممکن ہے کہ دوسرے کی دلیل پہلے کے مقابلے میں صائب اور قوی ہو مگر اس سے نہ تو پہلے مجتہد کی علمی ثقاہت کا انکار لازم آتا ہے اور نہ ہی اس کی تنقیص و توہین سلہ

بلکہ علمی تحقیق و تدقیق کی دنیا میں یہ طریق کار اساتذہ اور ان کے تلامذہ کے مابین ہمیشہ مقبول و متداول رہا ہے۔ ائمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ و اتباع کے درمیان علمی و فقہی اختلافات اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ اگر صرف امام اعظمؒ سے ان کے دو تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے فقہی اختلافات کو ہی جمع کر لیا جائے تو الگ "فقہ" مرتب ہو سکتی ہے۔

اس ضمن میں سیدنا عمر فاروقؓ کا یہ عمل بھی درجہ سند رکھتا ہے۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں عورتوں کے مہر کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر اس کی حد مقرر کرنا چاہی تو ایک عورت نے اٹھ کر قرآنی دلیل کی بناء پر آپ سے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پابندی نہیں لگائی تو آپ کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قال عمر بن الخطاب لا تغالوا فی مهور النساء — عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو تو ایک عورت

سلہ اس بیان سے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ راقم الحروف (معاذ اللہ) اپنی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے۔ احقر نے عمر بھر قطعاً ایسا نہ کیا ہے اور نہ الحمد للہ یہ خیال اب ذہن میں ہے۔ یہاں محض صورت مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے کہ ائمہ دین اور اسلاف علمی مسائل میں تحقیق و اختلاف کو کس قدر وسعت قلبی کے ساتھ قبول کرتے اور روا رکھتے تھے ورنہ احقر کے اپنی ذات کی نسبت اس خیال سے مبرا ہونے پر خدا شاہد ہے وہ ائمہ دین اور اکابرین امت کی گرد پا کی تعظیم کو دنیا و آخرت میں اپنی نجات کا سامان سمجھتا ہے۔ اور اسی میں عافیت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقالت امرأة: لیس ذالك لك یا عمران اللہ یقول: واتیتم احداھن قنطارا فلا تأخذوا منہ شیئاً۔

عورت نے کہا: اے فاروق اعظمؓ آپ کو اس پابندی کا حق حاصل نہیں بیشک اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ" اگر تم بیوی کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو تمہارے لیئے حلال نہیں کہ اس میں سے کچھ واپس لو"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

امرأۃ اصابت ورجل اخطاء[1]

عورت کی بات درست ہے اور مرد سے خطاء ہو گئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی نسبت یہ جملہ "عورت نے صحیح بات کی اور مرد سے خطاء ہو گئی"، کائنات علم و اجتہاد میں ایک زریں اصول کا درجہ رکھتا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے میدان تحقیق میں ایسا شاندار اسوۂ دیانت ہے کہ چھوٹوں کا اختلاف رائے کس قدر عالی ظرفی سے قبول کیا جاتا ہے۔

کسی امر کے متقدمین پر مستور ہونے اور متاخرین پر ظاہر ہونے سے متعلق شیخ عبد الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے اسلام کا معاملہ متقدمین پر مستور تھا اور متاخرین پر ظاہر ہو گیا۔

واما متأخرین پس بتحقیق اثبات کردہ اند اسلام والدین بلکہ تمامہ آباء و امہات آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم

مگر متاخرین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسلام کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ آدم علیہ السلام تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و امہات کے اسلام کا

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۶۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تا آدم علیہ السلام۔
و این علم گویا مستور بود
از متقدمین پس کشف
کرد آنرا حق تعالیٰ بر
متاخرین واللہ یختص
برحمۃ من یشاء من فضلہٖ

صاحب زاد اللبیب فرماتے ہیں۔

وحدیث الاحیاء ان
کان فی حد ذاتہ ضعیف
لکنہ صححہ بعضہم
لبلوغہ درجۃ الصحۃ
ولتعداد طرقہ وہذا
العلم کان مستوراً
من المتقدمین فکشفہ علی المتاخرین
واللہ یختص برحمتہ من یشاء [1]

اثبات کیا ہے۔
گویا یہ علم متقدمین پر مستور رہا اور اس کو
اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر ظاہر کر دیا اور
اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے
ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اپنے فضل
میں سے جو کچھ چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے
زندہ کیے جانے والی حدیث فی نفسہٖ
ضعیف ہے لیکن بعض نے اس کے درجہ
صحت کو پہنچنے اور تعدد طرق کی وجہ سے
اس کی تصحیح کی ہے۔ یہ علم متقدمین پر مستور
تھا لیکن متاخرین پر اللہ تعالیٰ نے اس
کو ظاہر فرما دیا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا
ہے اپنی رحمت کے لیے مختص کر لیتا ہے

عارف کامل حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں یہ استفتاء آیا۔

کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اسلام پر فوت ہوئے ہیں یا کہ نہیں اور اگر اسلام پر نہیں تو کس پیغمبر صاحب پر تھے۔؟

آپ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایمان ثابت کرتے ہوئے فرمایا۔

اثبات اسلام کے تین طریقے ہیں۔

---

[1] زاد اللبیب: ۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اول یہ کہ والدین شریفین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔

دوسرا یہ کہ وہ دونوں صاحب زمانۂ فترت میں تھے نہ زمانہ نبوت میں یعنی ان کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی۔

تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آپ کے والدین شریفین کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے چنانچہ احادیث میں مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ایزدی میں سوال کیا کہ الٰہی میرے والدین کو زندہ فرما کر مشرف باسلام کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سوال منظور فرما کر مشرف باسلام کیا۔ اگرچہ بعض احادیث میں اس کے خلاف بھی تصریح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی علماء متقدمین نے تضعیف بھی کی ہے لیکن متاخرین محققین نے حدیث احیاء کی تصحیح وتحسین کئی طرح سے فرمائی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث احیاء ان احادیث سے ہے کہ جن کو متقدمین محدثین نے روایت کیا ہے۔

گویا کہ یہ علم متقدمین میں سے ایک گونہ پوشیدہ ومستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول دیا۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ فَضْلِهٖ

تحقیق مسائل کے شرعی اسلوب پر ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف سے خلف تک تمام امت کے اہل علم اس مسئلے پر متفق رہے ہیں کہ ہر شرعی مسئلے کو اولاً کتاب اللہ پر پیش کیا جائے اگر اس کا حل نص کتاب سے میسر آجائے تو اس سے بہتر اور قوی کوئی دلیل نہیں ہوسکتی۔ اگر اس مسئلے پر قرآن مجید خاموش ہو یا اس کے احکام غیر واضح ہوں تو پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے اور مسئلے کا فیصلہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کیا جائے البتہ قرآن مجید کی عام کی تخصیص مطلق کی تقیید مجمل کا بیان یا اس میں استثناء وغیرہ کا حل ان احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوسکتا ہے جن کی صحت پر کوئی شک نہ ہو اور قوت وحجیت کے اعتبار سے فن اصول کی شرائط کے مطابق مطلوبہ معیار پر پوری اترتی ہوں مثلاً عند الاحناف متواتر یا مشہور ہوں اور عند الشوافع بے شک اخبار احاد ہوں مگر صحیح ہوں اگر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ایک مسئلے کا حل مل جائے تو اس کے ہوتے ہوئے کسی قیمت پر بھی اجماع اور قیاس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف رجوع کرنا جائز نہیں رہتا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیسرے درجے پر صحابہ کرام کے اجماع قطعی کی حجیت آتی ہے اور اس کے بعد صحابہ کرام کے فتاویٰ اقوال قضایا اور اجتہادات وغیرہ۔

کسی مسئلے پر صحابہ کرام کے اقوال اور اجتہادات میں اگر معمولی سا بھی اختلاف پایا جائے تو آنے والے ادوار کے علماء و مجتہدین اپنے زمانے کے حالات اور تقاضوں کے مطابق ان میں سے کسی قول کو بھی بطور دلیل شرعی کے اپنا سکتے ہیں اور اگر اس پر کسی زمانے کے تمام علماء و مجتہدین کا اتفاق ہو جائے تو وہی قول درجہ اجماع کو پہنچ جاتا ہے۔ یاد رہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کا قول، اجتہاد، فتویٰ یا فیصلہ خود نبی اکرم سے اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت شدہ حدیث کے مقابلے میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے اقوال و آثار کی حجیت صرف اسی وقت قائم ہوتی ہے جب یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متخالف اور متعارض نہ ہوں درست ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں اثبات احکام کے لیے انہیں حکماً مرفوع حدیث کے طور پر قبول کیا جاتا ہے مگر اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ آثار صحابہ و تابعین کو حاصل شدہ اس رعایت کی بنا پر انہیں مطلقاً سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فی الحقیقت احادیث صحیحہ کا ایسا درجہ دے دیا جائے کہ ان میں اور حقیقی احادیث میں کوئی فرق ہی روا نہ رکھا جائے۔

ائمہ کرام تو ان احادیث صحیحہ کو بھی قبول نہیں کرتے جو قرآن کی نصوص سے متعارض ہوتی ہیں چہ جائیکہ اقوال صحابہ، اجتہادات ائمہ اور اجماع امت کو نصوص قرآنی سے متعارض صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں واجب القبول مانا جائے ایسے دلائل جو احادیث رسول علیہ السلام یا نصوص قرآنی سے متعارض ہوں کو بنیاد بنا کر احکام شرعیہ کے ثابت کرنے سے کتاب و سنت کا تقدس اور شریعت اسلامیہ کی اصل روح مجروح ہوتی ہے اجماع صحابہ کے بعد، دیگر ادوار کے بعد و فقہاء کا اجماع ہے۔ اس میں بھی قطعی اور ظنی کا فرق ملحوظ رکھا جاتا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔ اجماع کے بعد آخر میں قیاس اور انفرادی اجتہاد اسی شرط کے مطابق، کی دیگر صورتوں مثلاً استحسان، استصلاح اور عرف و ضرورت وغیرہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنیاد پر کیے گئے فقہی فیصلے فقہ اسلامی میں شرعی دلائل کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

آخر میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ فقہ اسلامی میں اجماع اور اجتہاد کے ضابطے محض اس لیے وضع کئے گئے ہیں کہ نصوص کتاب وسنت کی عدم موجودگی میں امت مسلمہ کسی اور قانون کو بھی فقہی شرائط کے مطابق شرعی قانون کا درجہ دے سکے اور اس طرح وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ ساتھ قانون شریعت ہر دور میں ارتقاء پذیر اور رواں دواں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے بعد کے اجماع سے پہلے اجماع کی منسوخی اور ایک اجتہاد سے دوسرے اجتہاد کی منسوخی کو ہمیشہ روا رکھا ہے۔ اگر قانون شریعت میں ارتقاء کا یہ تصور ختم کر دیا جائے اور اجماع کا یہ مفہوم متعین کر لیا جائے کہ آئندہ کسی زمانے میں بھی ہزارہا تقاضوں کے باوجود اس مسئلے کو دوبارہ نہ کھولا جائے اور ضرورت وقت کے پیش نظر کتاب و سنت کے دلائل و نظائر پر از سرنو غور و خوض نہ کیا جائے جیسے نصوصِ کتاب وسنت تو اس سے فقہ اسلامی کا تحرک جمود میں بدل جائے گا۔ جو اسلام کو نئے حالات میں ناقابل عمل بنا دے گا۔

اسلاف امت اور ائمہ دین کے نزدیک اجماع کا مقصد ہمیشہ یہی تھا کہ اس سے دین میں فتنہ و انتشار کے راستوں کو مسدود کیا جائے اور امت کو احکام و مسائل کے باب میں زیادہ سے زیادہ ممکنہ وحدت و یکجہتی سے ہمکنار کیا جائے۔

لیکن ہم نے اجماع کے اصل تصور اور اس کی زندہ روح کو ختم کر کے اسے شریعت اور فقہ اسلامی کے جمود و تعطل کا ذریعہ بنا لیا ہے تاکہ اس کی وساطت سے تحرک و ارتقاء کے راستوں کو بند کیا جائے اس طرح ہم خود ان ائمہ و اسلاف کی راہ سے انحراف کے مرتکب ہو رہے ہیں جنہوں نے ہر دور میں جمود و تعطل اور فتنہ و انتشار دونوں کے خلاف بیک وقت آواز بلند کی۔ شمع اجتہاد روشن کی اور نصوص کتاب وسنت کے غیر محدود فیضان کو دنیا میں عام کر کے ہر زمانے کی علمی، فقہی اور عملی ضرورتوں کی کفالت کی اور فن فقہ و اصول کو پروان چڑھایا فن تعبیر و تشریح کو ترقی دی اور اسلام کی حقیقی روح کو زندہ و متحرک رکھ کر اسے دنیا کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانیت کے لیے قابل عمل ثابت کیے رکھا۔ ہمارے قابل فخر اسلاف نے تصور اجماع اور شرائط اجتہاد کو دین کی حفاظت و سلامتی کے لیے تو یقیناً استعمال کیا ہے مگر انہیں دین پر اپنی اجبارہ داری قائم کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا۔ ایسی جامد اور اجارہ دارانہ سوچ سے انا کی تسکین اور شخصیتوں کے بت تو تعمیر ہو جاتے ہیں مگر دین و شریعت کو وہ ناقابل تصور نقصان پہنچ جاتا جس کی تلافی کئی نسلوں کی کوششوں سے بھی ممکن نہیں ہوتی اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پورے انصاف اور دیانت سے فقہ و شریعت محمدی کی خالصیت کو بحال کریں تاکہ ہم امام اعظمؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے صحیح پیروکار بن کر ان کی جلائی ہوئی شمعوں کا نور محض تاریک کمروں میں بند کرنے کے بجائے دنیا میں مشرق تا غرب اس طرح عام کر سکیں کہ اغیار بھی اسلام کی حقانیت اور صداقت کے سامنے اپنی گردنیں خم کرنے لگیں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب ہم شریعت کے عطا کردہ "اسلوب تحقیق" کو ہمیشہ زندہ و تازہ رکھیں گے اسے صرف کتب تدریس کی زینت نہ بننے دیں گے۔

© rasailojaraid.com